وسطانیہ کا مستقبل منصوبہ: مغرب کا پسندیدہ

ارض فلسطین کے حصول میں مصری نوجوان کیا کردار ادا کر سکتے ہیں اس کا جواب وسطانیہ کے پاس بہت خوبصورت ہے یہ خوبصورت جواب استعماری طاقتوں کو بہت پسند ہے اسی لیے قرضاوی اور وسطانیہ کے پیش کردہ اسلام کے لیے مغرب نے بڑی زبردست اصطلاح استعمال کی وہ اصطلاح ہے Islam without fear وسطانیہ والے جذباتی مصری نوجوانوں کو ایک کہانی سناتے ہیں تمہارے گاؤں میں کسی غریب شخص کی زمین پر کوئی جاگیردار قبضہ کرے تو بتاؤ تم کیا کر سکتے ہو اور وہ خود کیا کر سکتا ہے ظاہر ہے کچھ بھی نہیں وہ طاقت ور ہے ہم سب کمزور ہیں ہم کچھ نہیں کر سکتے ہم بے بس مجبور بے کس ہیں لیکن ایک کام ہے جو ہم تم اور سب کر سکتے ہیں وہ کام ہے کہ تم زمین پر قبضے کی کہانی اپنے بچوں کو سناؤ غاصب کے غاصبانہ جارحانہ طرز عمل سے اپنے لوگوں کو آگاہ کرو زمین پر قبضے کی کہانی سنانے کا سلسلہ جاری وساری رکھو ایک نسل سے دوسری نسل تک اگلی سے اگلی نسل تک کہانی سناتے رہو کہاوت کی شمع جلاتے رہو اپنی زمین کو کبھی اور کسی حال میں فراموش نہ کرو یہ ہے وہ طرز عمل جو ہم سب اختیار کر سکتے ہیں اگر ہمارے حکمراں کمزور ہیں تو کیا ہوا ہم اپنی کہانیاں کہتے رہیں گے اور وسطانیہ کا یہ موقف ہمارے ایک جاہل شاعر نے بہت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔

یہ ہجر کی شب جو تیرہ تر ہے دراز تر ہے محیط تر ہے
کہانیاں اپنی کہتے کہتے یہ رات ہم بھی گزار دیں گے

وسطانیہ کی استعمار دوست حکمت عملی دیکھیے کہ مقبوضہ فلسطین میں فلسطینیوں کی جدو جہد کی بھر پور حمایت کرتی ہے لیکن اپنے ملک میں عافیت کی زندگی بسر کرنے کے لیے اپنے نوجوانوں کو کہانی کی ڈگڈگی تھما دیتی ہے آخر یہ ڈگڈگی فلسطینیوں کے ہاتھ میں کیوں نہ دی جائے جب کہانیاں سنانا اتنا موثر ہتھیار ہے تو پھر یہ ہتھیار فلسطینی کیوں نہ اٹھائیں انھیں چاہیے کہ تاریخ میں پشاور کے قصہ خوانی بازار کو آواز دیں وہاں کے قصہ خوانوں کو فلسطین میں بلائیں ہر قہوہ خانے میں قصہ کا دربار سجا دیں اور قصوں کے ذریعے اپنی زمینوں پر قبضے کی داستان نسل در نسل منتقل کر دیں۔ انشاء اللہ کبھی نہ کبھی افاقہ ہوگا یہاں یوسف قرضاوی کی فقہ حقیقت (Fiqah of Reality) کی کاری گری نظر آتی ہے فلسطین کے حالات ایسے ہیں کہ فلسطینی پر تشدد جدو جہد جاری رکھ سکتے ہیں لیکن مصر میں حالات ایسے نہیں ہیں لہٰذا تفقہہ فی الدین کا تقاضہ یہ ہے کہ فلسطین میں عسکری مقابلہ ہو مصر میں کہانیوں میں زندگی بسر کرو طالبان کا ذکر کرتے ہوئے وسطانیہ کہتے ہیں کہ ''وہ لوگ جو اسلام سے نفرت کرتے ہیں طالبان کا وجود ان لوگوں کے لیے ایک عطیہ ہے''۔ وسطانیہ نے روس کے خلاف جہاد افغانستان کی بھر پور حمایت کی انھوں نے عالم عرب کے نوجوانوں کو ترغیب و ترہیب کے ذریعے جہاد افغانستان میں بھر پور شرکت پر آمادہ کیا[اس وقت انھیں فقہ حقیقت نظر نہیں آئی اور نہ ہی بین الاقوامی تعلقات اور عالمی معاہدے نظر آئے جن کا

احترام قرآن وسنت کی روشنی میں لازمی ہے۔ان حکومتوں سے معاہدے ختم کرنے کا اعلان ضروری ہے اس کے بغیر جنگوں میں مجاہدین کی شرکت نہیں ہوسکتی فقہ کے یہ بنیادی اصول اس وقت یاد نہیں رہے جب مقاصد کچھ اور تھے]

یوسف القرضاوی اور افغانستان: مذاکرت کیوں شروع نہ ہوسکے؟

یوسف القرضاوی اور ان کے رفقاء نے ۱۹۸۹ء میں افغانستان سے روس کے انخلاء کے بعد اسلامی تنظیموں میں جاری جنگوں کو ختم کرانے کے لیے کردار ادا کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔اس پر مشتعل ہو کر محمد الغزالی نے لکھا کہ:

The resistance fighters in the name of Islam had become simply murdurors and bandits seeking power and the spoils of war thus besmirching Islam's reputation.

سوال یہ ہے کہ ہزاروں عرب نوجوانوں کو جہاد میں شمولیت پر آمادہ کرنے سے پہلے وسطانیہ کو ان اسلامی گروہوں کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔کیا وسطانیہ نے ان مختلف الفکر گروہوں کو جہاد کے دوران کسی مرکزی قیادت پر مجتمع کرنے کی کوشش کی؟ کیا جہاد کی شرائط میں مرکزی قیادت کا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ کیا انھیں اندازہ نہ تھا کہ مرکزی قیادت کے بغیر ہونے والا جہاد بکھر سکتا ہے، منتشر ہوسکتا ہے، اس وقت فقہ حقیقت کہاں تھی؟

قرضاوی طالبان کے اسلام کو اسلام نہیں سمجھتے:

قرضاوی کے خیال میں طالبان نے کابل کو اور تمام حکومتی نظام کو تباہ کر دیا، طاقت کا بے دریغ اور بے جا استعمال کیا، عورتوں کو کام کرنے سے جبراً روک دیا، لڑکیوں کے مدرسے بند کر دیے، لوگوں کو داڑھیاں بڑھانے اور سر پر ٹوپیاں رکھنے پر مجبور کیا۔ وہ یہ بھول گئے کہ اسلام یہ نہیں ہے اصل اسلام تو ''عدل'' [Justice] ہے، اسلام کی روح اور مغز عدل میں پنہاں ہے۔طالبان جاہل مسلمان تھے جو روایات کو مذہب سمجھ بیٹھے وہ متن وحی کو جانتے تھے لیکن جو چیزیں ان کے مقاصد و مطالب کے مطابق تھیں وحی الٰہی سے انھوں نے صرف انہی چیزوں کو اخذ کیا۔اس جاہلیت کے باعث اسلام کا چہرہ مسخ ہو کر رہ گیا۔کسی حکومت کو اسلامی اس وقت کہا جاسکتا ہے جب کہ وہ ترقی [progress] کے ذریعے عدل [justice] کا قیام کر سکے جو اسلام کی کلیدی قدر ہے۔طالبان نے ہمارے دل توڑ دیے ہیں، ان کی قدامت پرستی اور جھگڑالو طبیعت نے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

وسطانیہ: مذہب انسانیت کے قائل ہیں

وسطانیہ مغرب کی اصطلاح Humainism، Human being سے شدید متاثر ہیں اور سترہویں صدی میں مغرب کے تخلیق کردہ ''مذہب انسانیت'' کو تمام مذاہب عالم کی مشترکہ میراث، تمام انسانوں کا مشترکہ ورثہ سمجھتے ہیں جو تمام تہذیبوں اور ثقافتوں میں زماں و مکان کے تسلسل کے ساتھ مشترکہ طور پر موجود تھا

لیکن اب صدیوں سے اس ''مذہب انسانیت'' کو فراموش کر دیا گیا۔ اس کو دوبارہ زندہ کیا جا رہا ہے تا کہ ایک عالمی معاشرہ تعمیر کیا جا سکے۔ جس میں تمام انسان برابر ہوں، کسی کو کسی دوسرے پر مذہب نسل زبان و رنگ کی بنیاد پر برتری حاصل نہ ہو سکے۔ تمام انسان ایک ہو جائیں اور سب کے حقوق بھی یکساں ہو جائیں۔

مغرب کا مذہب انسانیت اختیار کیا جائے:

ان کے خیال میں تمام دنیا کو اور دنیا کی تمام اقوام کو صرف ایک نکتے ''مذہب انسانیت'' پر مجتمع ہونا چاہیے۔ مغرب نے اس مذہب کو اختیار کر لیا ہے، اس کے ذریعے تمام تہذیبوں کے درمیان باہمی اشتراک پیدا کیا جا سکتا ہے۔ ان کے خیال میں مذہب انسانیت، انسانی حقوق کے احترام، نسلوں مذاہب قوموں میں اختلاف کے باوجود احترام اختلاف کی روایت کے ذریعے ہی انسانیت کی تشکیل کی جا سکتی ہے۔ وسطانیہ کے مفکر منشور حقوق انسانی کو ایک عالمگیر سچائی، الحق، سمجھتے ہیں جسے پوری دنیا نے بلا تردد تسلیم کر لیا ہے۔ وہ اس منشور کی اصل حقیقت، اس کی تاریخ اس کے علیہ و ماعلیہ، اس کی حقیقت سے قطعاً ناواقف ہیں اور اپنے اصولوں کی خود تحقیر میں مصروف ہیں۔ وسطانیہ والے مغرب، امریکہ کی بہیمیت کی تاریخ سے ناواقف ہیں، انھیں یہ تک معلوم نہیں کہ اٹھارہویں صدی میں مذہب انسانیت کی ایجاد کے بعد صرف ڈھائی سو سال میں اس مذہب کے ماننے والے یورپی لوگوں نے دنیا میں پونے دو ارب انسانوں کا قتل عام کیا۔ اس سے پہلے دنیا کی پوری تاریخ میں اتنے لوگ کبھی اور کہیں نہیں مارے گئے۔

عالمگیر معاشرہ حقوق انسانی کی بنیاد پر قائم کیا جا سکتا ہے:

وسطانیہ منشور حقوق انسانی کی بنیاد پر عالمی انسانی معاشرے کی تشکیل کو عالمگیر اصول اور عالمگیر قانون کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ وہ حقوق انسانی کی بنیادیں اپنی تاریخ میں تلاش کرتے ہیں اور مغرب سے درآمد شدہ اس منشور کی اسلامی صورت گری کرتے ہیں۔ اس منشور کی اساس پر تمام اقوام سے اشتراک عمل کا موقع نکل آتا ہے۔ حقوق انسانی کی تشریح اپنے خاص اسلامی تناظر میں کرتے ہیں تا کہ ان حقوق کے خمیر میں موجود رد مذہب کی رو کو کسی حد تک روکا جا سکے اور مغرب اور مشرق کے مابین خصوصاً اسلامی تہذیب اور مغربی تہذیب کے درمیان تصادم تناقص اور تنافر کو کم سے کم کیا جا سکے بلکہ مکمل طور پر ختم کر دیا جائے۔

بنیادی حقوق: جبلی حقوق ہیں

وسطانیہ کے مفکر حقوق انسانی کو مغربی جنیالوجی سے الگ کر کے اسے اسلامی رنگ دینے کے لیے پیہم کوشاں ہیں کیونکہ وہ اسے تہذیبوں کے مابین اشتراک کی مضبوط واحد اور موثر اساس سمجھتے ہیں۔ وہ بنیادی حقوق کو جبلی حقوق کا درجہ دیتے ہیں۔ وہ عالمگیر سماجی تحریکوں کے زبردست حامی ہیں خصوصاً وہ تحریکیں جو بنیادی حقوق اور سماجی عدل کے لیے متحرک ہیں، وسطانیہ ان تمام اسلامی تحریکوں کی مذمت کرتے ہیں جو بنیادی حقوق

سے متعلق مغربی نقطۂ نظر اور سماجی تحریکوں کو اسلامی معاشروں کے لیے اجنبی قرار دیتے ہیں اور انھیں غیر اسلامی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

وسطانیہ کا مغرب سے عملی اشتراک:

وسطانیہ کے رہنما مغرب کے استعماری ایجنڈے کی تکمیل کے لیے عالمی سطح پر منعقد کی گئی سات کانفرنسوں میں دل جمعی کے ساتھ شریک ہوئے، ان کانفرنسوں کے مقاصد اہداف پر انھیں کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ ان کانفرنسوں کو وہ ''ایک عالمی مشترکہ آئین'' کی جانب اہم پیش رفت تصور کرتے ہیں جس کے ذریعے اقوام عالم مذاہب عالم، تہذیب عالم اور تمدن عالم کے مابین تمام اختلافات کا قلع قمع ہو جائے گا اور مذہب انسانیت دنیا پر حکومت کرے گا۔ عالمی استعماری ایجنڈے کی تکمیل کے لیے پہلی کانفرنس ۱۹۹۵ء میں کوپن ہنگین میں سوشل جسٹس کے موضوع پر منعقد ہوئی۔ یہ اپنے سلسلے کی پانچویں کانفرنس تھی۔ پہلی کانفرنس ''بچوں پر'' نیویارک میں، دوسری کانفرنس ماحولیات پر Roide Janeiro میں، تیسری ہیومن رائٹس پر جینوا میں، چوتھی پاپولیشن اینڈ ڈیولپمنٹ پر قاہرہ میں پانچویں عورتوں پر بیجنگ میں اور چھٹی کانفرنس جرائم پر منعقد ہو چکی ہے۔ ان کانفرنسوں میں منظور کردہ قرار دادیں تمام مذاہب، تہذیبوں کے لیے عالمگیر خطرہ بن چکی ہیں لیکن وسطانیہ کے مفکرین ان کانفرنسوں کو دنیا کے حق میں خیر تصور کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ایک عالمی آئین تشکیل پاتا ہوا دیکھ رہے ہیں جس کے باعث دنیا کی تمام قوموں کے تمام تنازعات طے ہو جائیں گے۔ ان کا خیال ہے کہ ان کانفرنسوں میں منظور شدہ قرار دادیں تمام اقوام عالم کی مشترکہ میراث، متفقہ اخلاقیات اور باہمی اشتراک عمل کی بنیاد مہیا کرتی ہیں اور ان کا احترام عالم اسلام پر واجب ہے۔

عالمی استعمار کی اقدار اسلامی اقدار ہیں:

قاہرہ کانفرنس کے اعلامیہ کو وسطانیہ نے اسلام کی اقدار کی تکرار قرار دیا گویا عالمی استعمار اسلامی اقدار کے فروغ کے لیے دنیا بھر میں کانفرنسیں منعقد کر رہا ہے۔ تا کہ ساری دنیا اسلامی اقدار کو قبول کر لے۔ کانفرنس نے عورتوں کو میراث میں مردوں کے برابر حقوق دینے کا اعلان کیا۔ وسطانیہ اس اعلان کو کوئی خطرہ نہیں سمجھتے، ان کے خیال میں کانفرنس نے وعدہ کیا ہے کہ اعلامیہ کا اطلاق ہر معاشرے کی روایات کے مطابق ہوگا۔ لہٰذا اس اعلامیے سے اسلامی اقدار و روایات کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہوگا۔ ویسے بھی وسطانیہ ایک نئی فقہ تیار کر رہی ہے جس کے ذریعے مغربی اہداف کی اسلام کاری قرآن وسنت کی نئی تشریح کے ذریعے باآسانی ممکن ہوگی۔

مغرب نے شریعت کا بھولا سبق یاد دلایا:

وسطانیہ نے کانفرنس کے اعلامیے سے اتفاق کرتے ہوئے اعلان کیا کہ مردوں کا فرض ہے کہ وہ تمام گھریلو کام کاج میں عورتوں کا ہاتھ بٹائیں اور بچوں کی پرورش و افزائش میں عورت کے شانہ بہ شانہ حصہ لیں۔

ساحل اکتوبر ۲۰۰۵ء

وسطانیہ کے خیال میں ہمیں اس کانفرنس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں شریعت کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا کہ مرد و عورت کے شانہ بہ شانہ کام کرے اور گھریلو ذمہ داریوں سے فرار اختیار نہ کرے۔ یہ قرارداد کانفرنس کی ایجاد نہیں یہ تو اسلام کی گمشدہ میراث ہے۔ ہمیں یہ میراث یاد دلانے پر کانفرنس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ وسطانیہ مغرب کی اصطلاح مساوات سے قطعاً ناواقف ہیں۔ اس مساوات کے ذریعے مغرب میں Feminism کی زبردست تحریک اٹھی جس نے اس قسم کے مطالبے کیے جو وسطانیہ اب کر رہا ہے، ان مطالبوں کے نتیجے میں عورت آزاد ہوگئی۔ عورت بھی کام پر جاتی ہے، مرد بھی کام پر جاتا ہے، عورت نے جب مرد کی ذمہ داریاں بھی سنبھال لیں تو اس نے مطالبہ کیا کہ جس طرح وہ باہر جا کر دولت کما رہی ہے اس طرح مرد بھی گھر میں آ کر بچوں کی دیکھ بھال کرے، لیکن اس بے چاری عورت کو یہ معلوم نہیں کہ کم از کم دو سال تک ایک بچے کی دیکھ بھال سوائے عورت کے کوئی نہیں کر سکتا۔ مرد کے پاس نہ وہ آغوش ہے نہ وہ اعضاء جس کے ذریعے بچے کی ہمہ وقت خدمت مطلوب ہے۔ اسی لیے قرآن نے ماؤں کو پابند کیا ہے کہ وہ دو سال تک بچے کو کامل دودھ پلائیں، بچہ ماں کے پاس جو سکون محسوس کرتا ہے وہ باپ کے پاس نہیں کر سکتا۔ یہ ایک فطری تعلق ہے جو ازل سے چلا آ رہا ہے اور ابد تک چلے گا۔ عورت کے باہر نکلنے کے نتیجے میں مساوات کے مسئلے نے عورتوں مردوں میں اختلافات پیدا کیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان منتشر ہوئے، بچے برباد ہوئے، طلاقیں عام ہوئیں، مغرب کی اس تاریخ سے قطع نظر کر کے وسطانیہ کے سادہ لوح لیکن مخلص مفکرین مغرب کی اسلام کاری کر رہے ہیں۔ جاہلیت سے ناواقف یہ نادان مفکر اسلام کو جہالت سے آمیز کرنا چاہتے ہیں، ان کے خیال میں قرآن کے متن، حدیث کے الفاظ، بدلتی ہوئی دنیا کے تقاضوں کے تحت قرآن و سنت کے تعلق اور اس سے نتائج اخذ کرنے کی غیر معمولی صلاحیت متن کی نئی تشریح جس میں عصری تقاضوں کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہو اور جو نئے حقائق کا سامنا کر سکیں، ہمیں ایک نئے اسلام کی ضرورت ہے فقہاء کا اسلام اب ہمارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ حالات زمانے، عصر ماحول، تقاضوں، حقائق کی تبدیلی سے قرآن و سنت کے مفاہیم بدل گئے ہیں، جن کا درست ادراک اور صحیح احساس پورے عالم اسلام میں صرف علامہ یوسف القرضاوی اور ان کے مکتب فکر کو ہے لہٰذا پوری دنیا کے مسلمان مسلمہ مکاتب فکر کی غلامی ترک کر کے استعماری طاقتوں کے حلیف روشن خیال لبرل اور جدیدیت پسند وسطانیہ کے مفکرین کی غلامی قبول کر لیں۔

گیارہ ستمبر کے واقعے پر وسطانیہ نے شدید دل گرفتگی ظاہر کی۔ اپنے بیان میں حضرت علامہ یوسف قرضاوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے دل لہو لہو ہیں، ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملے نے ہمیں شدید دکھ، آزردگی اور غم سے دو چار کر دیا ہے۔ یہ کارروائی قرآن کی آیات کے خلاف ہے۔ [واضح رہے کہ اس وقت یہ طے نہیں ہوا اور ابھی تک طے نہ ہو سکا کہ حملہ آور کون تھے لیکن استعمار کے حلیف فوراً مسلمانوں کو ہی مورد الزام ٹھہراتے ہیں] یہی حال وحید الدین خان اور جاوید غامدی کا ہے۔

ساحل اکتوبر ۲۰۰۵ء

امریکہ کی دہشت گردی کا علاج جوابی دہشت گردی نہیں:

قرضاوی کے خیال میں جنگ کے دوران بھی مجاہدین صرف انہی کو ہلاک کر سکتے ہیں جو حریف میدان ہیں، بچوں عورتوں، بوڑھوں اور بے گناہ شہریوں کو ہلاک کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا، ان کے خیال میں امریکہ سے شدید ترین اختلاف اور اس کی استعماری حکمت عملیوں سے شدید نفرت کے باوجود ہم اس دہشت گردی کی مذمت کرتے ہیں جو امریکہ پر مسلط کی گئی ہے۔ انسانی جان کی حرمت اسلام کے اہم ترین اصولوں میں سے ایک ہے جس نے کسی کی جان بچائی اس نے پوری انسانیت کی جان بچائی، جس نے کسی بے گناہ کو قتل کیا اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ فلسطین میں بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کا قتل عام، مکانات کی تباہی، بے گناہوں پر مسلط کردہ اسرائیلی دہشت گردی جسے امریکی پشت پناہی حاصل ہے، ان تمام جرائم کے باوجود اس بات کا کوئی جواز پیدا نہیں ہوتا کہ نیویارک کے شہریوں پر قاتلانہ حملہ کیا جائے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ قرضاوی اور ان کی جماعت وسطانیہ کے تمام مفکرین اسرائیل پر خودکش حملوں کو جائز سمجھتے ہیں لیکن امریکہ پر خودکش حملوں کو حرام قرار دیتے ہیں جب کہ یہ معلوم نہیں کہ خودکش حملہ کرنے والے کون ہیں؟ وسطانیہ کی فقہ یہ عجیب فقہ ہے کہ اپنے اصول سرحدیں بدلتے ہی بدل دیتی ہے یہ فقہ عرب قوم پرستی کے تناظر میں اسرائیل کے لیے دوسرے اصول تعمیر کرتی ہے اور امریکہ پرستی کے تناظر میں امریکی سرزمین کے لیے فقہ کا نیا سانچہ اور ڈھانچہ مہیا کرتی ہے۔ اس ضمن میں قرضاوی کا جاری کردہ فتویٰ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ فتویٰ مضمون کے شروع میں آچکا ہے۔ اسلامی تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا فتویٰ ہے جس پر ایک کالم نگار، ایک قانون دان، ایک جج کے بھی دستخط ہیں۔ یہ افراد علوم اسلامی سے ناواقف داڑھی سے محروم، جدیدیت پسند اور غیر عالم افراد ہیں لیکن اس فتوے پر ان کے دستخط بھی ہیں۔

قرضاوی کی فقہ عصری مسائل سے گریز کرتی ہے:

امریکی فوج کے مسلم سپاہیوں کو دنیا بھر میں مسلم ملکوں کے خلاف امریکی یلغار میں غیر مشروط شرکت کی اجازت کا یہ فتویٰ دیتے ہوئے قرضاوی کی ''فقہ حقیقت'' [جو عصری تقاضوں، حالات و زمانہ کی رعایت کو مرکزی اہمیت دیتی ہے۔] اس موقع پر اپنے تیار کردہ تمام اصولوں سے دانستہ گریز کرتی ہے مثلاً قرضاوی اس سوال کا جواب نہیں دیتے کہ وہ احکام جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں وہ اس عہد کے لیے تھے جب دشمن کی جنگی طاقت اور مسلمانوں کی جنگی طاقت میں کوئی بنیادی فرق نہیں تھا۔ صرف تعداد کا فرق تھا۔ جنگیں جانوروں کی پیٹھ پر بیٹھ کر تلواروں سے لڑی جاتی تھیں، نیزے اور ڈھال زرہ اور بکتر اس کے اجزاء ضروری تھے۔ دشمن ہزاروں میل دور بیٹھ کر آبادیوں کو تہس نہس نہیں کر سکتا تھا۔ وہ افرادی قوت کو میدان میں لائے بغیر مخالفین کو للکارے بغیر صف آراء ہوئے بغیر اور دوبدو میدان جنگ میں پڑاؤ ڈالے بغیر جنگی عزائم پورے نہیں کر سکتا تھا لہٰذا قرآن و حدیث

کے احکام اس خاص زمانے، اس خاص ماحول، اس خاص حالت، اس خاص جنگی حکمت عملی، اس محدود جنگ کے لحاظ سے بتائے گئے تھے۔اب چونکہ جنگی ہتھیاروں کی ساخت اور جنگی حکمت عملی کے طریقہ عہد صحابہ کے مقابلے میں بالکل تبدیل ہوگئے تو وہی احکامات اب کیسے لاگو ہوسکتے ہیں؟ کیا صرف تلواروں اور بندوقوں سے دشمن کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے؟ اگر نہیں کیا جاسکتا تو قرضاوی کی فقہ حقیقت اب آنکھیں کھول کر حالات کا جائزہ لینے کے بجائے قدیم اصولوں کو جدید دنیا میں کیوں رائج کرنا چاہتی ہے۔ ہر وہ قدیم اصول جو استعماریت کے فائدے کے لیے ہے قرضاوی کے خیال میں وہ اسی طرح برقرار رہے گا لیکن ہر وہ قدیم اصول جو جدیدیت کی راہ میں رکاوٹ بنے وہ قرضاوی کو قابل اصلاح، قابل تنسیخ اور قابل ترمیم نظر آتا ہے، ان کی فقہی بصارت سلب ہوجاتی ہے اور فقیہہ حقیقت نقاب اوڑھ کر حالات وزمانہ سے بے خبر ہوجاتی ہے۔ یہ جدیدیت کا خاص اثر ہے اسی لیے جدیدیت فی الاصل الحاد، فساد، طغیان سرکشی اور ایمان سے مکمل محرومی کا نام ہے۔

یوسف قرضاوی کے فتوے کا ردعمل: اسرائیلی حکمت عملی

یوسف قرضاوی نے افغانستان پر امریکی حملے کو جو شرعی جواز عطا کیا اس کے ردعمل میں اسرائیل نے فلسطین میں اسرائیلی حملوں کو ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' قرار دے کر زبردست طریقے سے نہتے فلسطینیوں پر حملے شروع کر دیے۔ افغانستان جیسے کمزور ملک پر حملے جب وسیع جنگ میں تبدیل ہوگئے اور عراق کو بھی نشانہ بنانے کی تیاری ہونے لگی تو یوسف قرضاوی اور ان کے مکتب فکر وسطانیہ کو اپنے سابقہ طرز عمل کا اسلامی جواز مشکل محسوس ہونے لگا لہٰذا طارق البشری نے The Arabs in the face of aggression لکھی۔ یہ کتاب ۲۰۰۲ء کے موسم گرما میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب بھی عرب قوم پرستی کے تناظر میں لکھی گئی کیونکہ انھیں اندازہ نہیں تھا کہ افغانستان پر امریکی حملے کی توسیع فلسطین اور عراق تک ممکن ہوگی لہٰذا عرب قوم پرستی کے ردعمل سے بچنے کے لیے وسطانیہ کے طارق البشری نے لکھا:

The US had defined itself unambiguously as the enemy of the Arab and Islamic world by its assault on Afghanistan its preparations to strick Iraq and most tellingly its support for Israel in the occupied territories when were young. We used to jockingly repeat a phrase by an actress in a 1940 movie "The Victim has Forgiven the perpeatrators but the perpetrator has not. To day after fifty years I find no expression more serious and accurate to characterized the US relationship to the Arab Islamic world. The perpetrator was and is the US. The US that expressed animosity for us in palestine for the last fifty years is the one we face to day. In Afghanistan.

طارق البشری کو اپنا فتویٰ یاد نہیں آیا۔ اس فتوے سے رجوع کرنے کی زحمت انھوں نے نہیں کی، اس فتوے کے اثرات پر وہ دل گرفتہ ہیں لیکن غلطی کا اعتراف جدیدیت پسندوں کی روایت نہیں ہے۔ عراق پر امریکی حملے سے پیدا ہونے والی نفرت کو کم کرنے کے لیے وسطانیہ نے اس حملے کی ایک اور توجیہہ پیش کی:

US led invasion should not be understood as religiously motivated but rather as driven by political and economic objectives. It was important not to jump to the conclusion that there is a battle against Islam, several indicators confirm the opposite. Although some people want to depict the issue in this way, they must not be given the chance, because this is not in our interest.

عراق پر حملے کے خلاف ازہر کا فتویٰ جہاد:

مارچ ۲۰۰۳ء میں عراق پر امریکی حملے کے خلاف جامعہ ازہر نے فتویٰ جاری کیا۔ اس حملے کی شدید مذمت کرتے ہوئے الازہر نے تمام مسلمانوں کو جہاد میں شرکت کی ہدایت کی اور کہا کہ یہ صلیبی جنگ ہے اور دنیا میں مسلمان جہاں کہیں بھی ہے وہ اس کے خلاف جہاد میں شرکت کریں۔ یہ فتویٰ افغانستان پر حملے کے وقت نہیں دیا گیا کیونکہ افغانی عرب نہیں تھے، عرب قوم پرستی ازہر کی استعماری جدیدیت پر غالب آگئی۔

وسطانیہ: الازہر کے فتوے کی تردید

وسطانیہ نے الازہر کے فتوے کی تردید کی اور اسے صلیبی جنگ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ عراق پر امریکی حملے کے ردعمل سے عالم اسلام میں پیدا ہونے والی نفرت اور امریکی حملے کے خلاف دنیا بھر میں اور خصوصاً یورپ میں ہونے والے زبردست مظاہروں پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے وسطانیہ نے بین الاقوامی تعلقات میں ایک نئے مکتب فکر کو متعارف کرانے کی کوشش کی جس کے بانی وہ خود تھے۔ ان کے خیال میں اس وقت دنیا میں موجود تمام غالب نظریات اور غالب فکر اسلامی بین الاقوامی مسائل حل کرنے کی اہل نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں جانب یعنی عالم اسلام اور عالم کفر کے نظریات شدت پسندی کے حامل ہیں لہٰذا ایک نئے مکتب فکر کی ضرورت ہے جو ان دونوں شدت پسندوں سے الگ ہو کر بین الاقوامی تعلقات کی بحالی کے لیے نیا نقطۂ نظر پیش کرے۔

مغرب و عالم اسلام کی جنگ معرکہ کفر و اسلام نہیں ہے:

وسطانیہ کے خیال میں مغرب اور عالم اسلام کے مابین اس جنگ کو اسلام اور کفر کے مابین جنگ قرار دینا بالکل غلط ہے۔ یہ مفادات کی جنگ ہے اس کا اسلام کے خلاف جنگ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دنیا کے مسائل مذہبی نہیں ہیں۔ مذہب ہر ایک کا معاملہ ہے۔ بین الاقوامی تعلقات میں بہتری کے لیے ہمیں مذہب کے بجائے دوسرے موضوعات پر از سر نو غور و فکر کی ضرورت ہے جو اصل مسائل ہیں۔ وہ مسائل دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، استحصال کی مختلف عالمی و قومی شکلیں، دنیا کے وسائل کا غلط استعمال اور امن و جنگ کے نظریات ہیں لہٰذا امن عالم کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ:

Positive cooperation for the common good, the cultivation of mutual intrests and joint action to find new formulas by which nation can relate to each other.

دنیا میں جاری جنگوں اور مسائل کے حل کے لیے وسطانیہ کے پاس ایک ہی حل ہے:

New Ijtihad liberated from the remnants of history and from the imprints of these remnants on our heritage of Fiqha.

________ ساحل اکتوبر ۲۰۰۵ء ________